مشاہدات۔565
حنیف احمد محمود۔ برطانیہ

❁❁❁ تقریر ❁❁❁

تقریر بابت خاندان مسیح موعودؑ
وقت 5-7 منٹ

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ
حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (الروم:22)

ترجمہ: اور اس کے نشانات میں سے (یہ بھی) ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس میں سے جوڑے بنائے تا کہ تم اُن کی طرف تسکین (حاصل کرنے) کے لئے جاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ یقیناً اس میں ایسی قوم کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں، بہت سے نشانات ہیں۔

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ حرم محترم حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ 27؍ستمبر 1911ء کو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے بطن سے پیدا ہوئیں جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کے والد حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ ریاست مالیر کوٹلہ کے حکمران خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جلال آباد (افغانستان) سروانی قوم کے پٹھان تھے۔ آپ کے والد نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں آنے کے بعد اپنی جاگیر اور اپنا گھر سب کچھ چھوڑ دیا تھا اور قادیان میں دو کمروں کے کچے گھر میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ آپ کے والد کے متعلق بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو "حجّۃ اللّٰہ" کا الہام ہوا تھا اور آپ حضرت مسیح موعودؑ کو بہت عزیز تھے۔ آپ ایسے عظیم والدین کی اولاد تھیں اور آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب سے بڑی نواسی تھیں۔ آپ کی مذہبی تعلیم کی طرف خاص توجہ دی گئی اور آپ نے ادیب عالم، میٹرک اور منشی فاضل کے امتحانات بھی پاس کئے۔ علم و ادب سے آپ کو بہت شغف تھا۔

سامعین! آپ کی شادی 2؍جولائی 1934ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمدؒ سے ہوئی۔ آپ کی یہ شادی الٰہی منشاء کے عین مطابق ہوئی تھی۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں کہ

"جب منصورہ حمل میں تھی تو خواب میں حضرت مسیح موعودؑ نے مجھے فرمایا کہ تمہاری بیٹی ہو گی اس کی شادی محمود کے بیٹے سے کرنا۔"

حضرت سیّدہ اُمّ داؤدؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت اماں جانؓ نے چھوٹی سی منصورہ کو اور حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کے پاس لٹاتے ہوئے کہا کہ ان دونوں کی شادی ہو گی۔

حضورؒ خود فرماتے ہیں:

"قریباً 47 سال ہم میاں بیوی کی حیثیت سے اکٹھے رہے۔ ہمارا رخصتانہ 5؍اگست 1934ء کو ہوا تھا۔ 6؍اگست کو مَیں انہیں بیاہ کر قادیان پہنچا تھا اور ٹھیک ایک ماہ کے بعد 6؍ستمبر 1934ء کو مَیں اپنی تعلیم کے لیے انگلستان روانہ ہوا۔ یہ پہلی چیز تھی جس نے مجھے موقع دیا کہ میں ان کی طبیعت کو سمجھوں ایک ذرہ بھر بھی انقباض ان کے چہرے پر یا ان کی طبیعت میں پیدا نہیں ہوا کہ مَیں اپنی وہ تعلیم مکمل نہ کروں جس تعلیم نے آئندہ چل کر مجھ سے بہت سی خدمات لینی تھیں۔ ہماری شادی ان بہت سی بشارتوں کے نتیجے میں ہوئی تھی جو حضرت اماں جانؓ کو ہوئی تھیں اور یہ رشتہ حضرت اماں جانؓ نے خود کروایا تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ انتخاب اللہ تعالیٰ نے بعض اغراض کے ماتحت خود کیا تھا اور مجھے ایک ایسی ساتھی عطا کی جو میری زندگی کے مختلف ادوار میں میرے بوجھ بانٹنے کی اہلیت بھی رکھتی تھی اور عزم اور ارادہ بھی رکھتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کروں کم ہے۔"

سامعین! خلیفۃ المسیح الثالث حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کے مسند خلافت پر فائز ہونے کے بعد آپ نے اپنی ذمہ داریوں کو بڑی عمدگی سے نبھایا۔ حضورؒ کے آرام اور ضروریات کا خیال رکھنے کے علاوہ احمدی مستورات کے مسائل حل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتیں۔ آپ نے ایک بھرپور، بامقصد، پُروقار اور قابلِ رشک زندگی گزاری۔ سفر میں حضور کے ساتھ رہتیں اور حضورؒ کی حفاظت کا خاص خیال رکھتیں۔ اس معاملہ میں خدا تعالیٰ نے آپکو غیر معمولی حس عطا کی ہوئی تھی۔ حضورؒ نے آپ کے بارہ میں فرمایا:

”ان کا میرے ساتھ صرف تعلق ہی نہیں تھا بلکہ ساری جماعت کے ساتھ تعلق تھا اور وہ جو سات دورے میں نے اپنی قیادت جماعت احمدیہ کے دَور میں دُنیا کے کئے ان میں وہ میرے ساتھ رہیں اور میری دینی اور جماعتی ذمہ داریوں کا جو بوجھ تھا وہ انہوں نے میرے ساتھ اُٹھایا۔ میرے وقت کا خیال رکھا۔ میری صحت کا خیال رکھا، میری حفاظت کا خیال رکھا اور اتنی باریکیوں کے ساتھ میرا خیال رکھتی تھیں کہ آپ اندازہ نہیں کر سکتے“

خلافتِ ثالثہ کے انتخاب کے بعد آپ نے اپنے آپ کو کُلّی طور پر خلافت اور جماعت کے لیے وقف کر دیا۔ حضورؒ کے چھوٹے سے چھوٹے کام بھی خود کرتیں یہاں تک کہ دوا بھی خود نکال کر دیتیں کہ آپؒ کا قیمتی وقت ضائع نہ ہو۔ کھانے پر بیٹھتے تو ہر چیز پہلے خود چکھتیں کہ نمک نہ زیادہ ہو، نرم ہو۔ چائے ناشتہ اپنے ہاتھ سے خود بنا کر دیتیں۔ دھوبی سے کپڑے آتے تو ان کی سلوٹیں چیک کر کے فالتو مایا ہاتھوں سے مسل کر جھاڑتیں، الٹا کر کے دیکھتیں کہیں کوئی کانٹا وغیرہ نہ لگا ہو۔ غرض ہر قسم کا خیال رکھتیں، حفاظت کا خیال بھی ایسے کرتیں جیسے کوئی مستعد باڈی گارڈ ہو۔ زندگی کے ہر شعبہ میں حضورؒ کی مکمل معاون و مددگار تھیں اور صائب الرائے مشیر بھی۔

شادی کے ایک ماہ بعد حضورؒ تعلیم کے لیے لندن تشریف لے گئے۔ قریباً چار سال کا طویل عرصہ جس میں ایک بار ہی چھٹیاں گزارنے آئے، ایک نئی نویلی دلہن کے لیے بہت صبر آزما تھا۔ اسی دوران آپ کے بڑے بیٹے مرزا انس احمد کی پیدائش ہوئی۔ یہ مرحلہ بڑا تکلیف دہ تھا۔ بڑی پیچیدگی ہوگئی تھی لیکن آپ نے بے حد صبر سے یہ وقت گزارا۔ پھر ہجرت سے پہلے حضورؒ کو حضرت مصلح موعودؓ نے یہ کام سپرد کیا کہ مختلف دیہات سے عورتوں اور بچوں کو نکال کر لائیں۔ یہ بڑا خطرناک کام تھا لیکن آپ مسکراتے ہوئے انہیں رخصت کرتیں۔ حضورؒ بعض اوقات ساری رات نہ آتے تو آپ یہ وقت بڑی بہادری اور صبر کے ساتھ گزارتیں۔ پھر جب حضورؒ اسیر ہوئے تو آپ بیمار تھیں اور چھوٹا بیٹا لقمان ہونے والا تھا لیکن یہ وقت بھی بڑے حوصلے اور صبر سے گزارا۔ کسی کے پوچھنے پر بتایا کہ یہ سب تکالیف اللہ تعالیٰ کی راہ میں آئی تھیں اور مجھے خدا تعالیٰ پر پورا بھروسہ تھا کہ ان کا انجام بخیر ہوگا۔

سامعین! بظاہر بہت رعب داب والی تھیں لیکن اندر سے بہت نرم محبت کرنے والی شفیق ہستی تھیں۔ کسی سے کینہ، بغض اور نفرت نہ رکھتیں۔ کوئی شکوہ شکایت بھی نہ کرتی تھیں۔ کہا کرتی تھیں کہ شکوہ کرنے سے ناراضگیاں بڑھتی ہیں۔ میرے ساتھ اللہ کا یہی سلوک ہے کہ مَیں کسی سے کوئی شکوہ نہیں کرتی اور اللہ تمام کدورتوں سے میرے دل کو پاک کر دیتا ہے۔

بہت غیرت والی اور حساس طبیعت کی مالک تھیں۔ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ لکھتی ہیں کہ 1944ء میں آپ بہت بیمار ہوگئیں تو حضرت مصلح موعودؓ نے بغرض علاج دہلی بھیجا۔ علاج لمبا چلا تو آپ کو بہت احساس تھا کہ حضرت مصلح موعودؓ پر میری وجہ سے بہت بوجھ پڑ رہا ہے۔ آپ نے اپنی امّی کو لکھا کہ ”آپ پر اتنا خرچ میری وجہ سے پڑ رہا ہے مجھے بہت شرم آتی ہے۔“

آپ حضرت مصلح موعودؓ کی فدائی تھیں، خاصی بے تکلّف بھی تھیں۔ جب آپ اپنی کوٹھی سے دارالمسیح آتیں تو اکثر حضورؓ کے لیے کچھ نہ کچھ پکا کر لایا کرتیں۔ حضرت اماں جانؓ کے گھر آکر رہیں تو کوئی نہ کوئی چیز ضرور تیار کرتیں جسے حضورؓ بہت خوشی سے کھاتے۔ ایک دو دفعہ اپنے ہاتھ سے سویٹر بھی بُن کر دیے۔ حضورؓ آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ جب باہر تشریف لے جاتے تو گھر کا انتظام آپ کے سپرد کر جاتے۔ ربوہ بسنے کے بعد جب حضرت مصلح موعودؓ کبھی لاہور جاتے تو آپ کے پاس ہی قیام فرماتے اور آپ دل کھول کر سب کی مہمان نوازی کرتیں۔ اُس وقت حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ لاہور میں کالج کے پرنسپل تھے۔

قادیان سے ہجرت کے وقت جب حضرت مصلح موعودؓ نے خواتین اور بچوں کو لاہور بھیجنے کا فیصلہ کیا تو آپ کی خواہش پر آپ کو قادیان میں ہی ٹھہرنے کی اجازت دے دی اور سارے خاندان کے افراد جو دارالمسیح میں مقیم تھے ان کے کھانے کا انتظام آپ کے سپرد فرما دیا تھا۔ آپ بہت بلند حوصلہ تھیں۔ کوہ وقار تھیں اور ایثارِ مجسم۔ آپ کے اخلاق کا بڑا پہلو توکّل علی اللہ اور صبر و رضا کا پہلو تھا۔ ہر ذمہ داری کو سنوار کر ادا کرنے والی، بے حد دعا گو، صدقہ خیرات کرنے والی اور نماز کو سنوار کر ادا کرنے والی تھیں۔ حضرت سیدہ اُمّ داؤد صاحبہؒ فرمایا کرتی تھیں کہ مجھے منصورہ کی یہ بات بہت پسند ہے کہ نہا دھو کر، اچھے کپڑے پہن کر خوب عطر لگا کر صاف جائے نماز بچھا کر نماز کے لیے کھڑی ہو جاتی ہے۔ محبت کا جذبہ خدا تعالیٰ نے انہیں بہت دیا تھا جس میں خلوص بھی شامل تھا۔ شکوہ شکایت اور پیچھے سے بات کرنے کی عادت نہیں تھی۔ طبیعت

بے حد حیا والی تھی، نفاست پسند، وفادار، غیرت مند، علم دوست۔ آپ کی مجلس سے اٹھنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ اپنے دکھ پہنچانے والوں کے لیے بھی خیر چاہتی تھیں۔ کسی کی تکلیف کا سن لیتیں تو بے چین ہو جاتی تھیں اس کے لیے بھی دعا کرتی تھیں۔

صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ 1944ء میں پیشگوئی مصلح موعودؓ کے جلسہ کے لیے ہم سب دہلی گئے۔ اس وقت بھی سیدی بھائی جان دہلی میں تھے۔ قریباً دس پندرہ دن وہاں رہے حالانکہ اس وقت بھابھی جان بیمار تھیں اور علاج کے سلسلے میں وہاں گئی ہوئی تھیں مگر دن رات مہمان داری بے حد بشاشت سے کی۔ اسی طرح جب ہم ربوہ آگئے اور حضرت اباجانؓ لاہور جاتے تو سیدی بھائی جان کے ہاں ہی ٹھہرتے تو سارے قافلے کی مہمان داری کرتیں۔ کسی کو کبھی احساس نہیں ہوا کہ خاطر میں کبھی معمولی سی کمی بھی آئی ہے (حالانکہ اُن دنوں کافی مالی پریشانی رہتی تھی۔) دعاؤں پر بے حد زور دیتیں۔ سیدی بھائی جانؒ کی اتنی فکر کہ شاید ہی دنیا میں کوئی ایسی مثال ہو۔

آپ اپنے تمام رشتوں میں بہت مخلص تھیں۔ خدا تعالیٰ سے بے حد پیار کرنے والی عاجز اور نیک بندی، دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعودؑ کی محبت سے مخمور، خلافت احمدیہ کی بے حد مطیع و فرمانبردار، ایک فرمانبردار بیٹی، وفا شعار اور خدمت گزار بیوی، بچوں کے لیے ٹھنڈی چھاؤں جیسی ماں۔ اپنے رشتہ داروں سے بھی بہت محبت کرتیں اور ان کی سچی غمگسار اور رازدار تھیں۔ کسی کو کوئی تکلیف ہوتی یا مشورہ کی ضرورت ہوتی تو وہ امی کے پاس آکر اپنا دل ہلکا کرتے، آپ ان کا دکھ سکھ سنتیں، مشورے دیتیں اور ان کے رازوں کی ایسی امین تھیں کہ کبھی اپنے بچوں کو بھی ہوا نہ لگنے دی۔ آپ کی نصیحت کرنے کا طریقہ بہت پیارا تھا۔ کبھی کسی کو مجلس میں شرمندہ نہیں کیا۔ الگ بلا کر تنہائی میں نصیحت کرتیں یا پھر بڑوں کا کوئی واقعہ وغیرہ سنا دیتیں اور اگلا اپنی غلطی سمجھ جاتا۔ بچوں سے مذاق کرتیں لیکن مذاق اڑاتی نہیں تھیں۔

سامعین! حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ بہت صفائی پسند تھیں۔ پسند نہیں کرتی تھیں کہ کوئی اُن کی چیزوں کو گندہ ہاتھ لگائے۔

صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ایک صبح کسی کام سے مَیں گئی تو بھابھی جان چھوٹے سے باورچی خانہ میں برتن دھو رہی تھیں، پوچھا: آپ خود برتن دھو رہی ہیں؟ کہنے لگیں: ہاں صبح کا ناشتہ مَیں خود تیار کرتی ہوں، برتن بھی خود دھوتی ہوں۔ اس کے بعد باورچی خانہ صاف کیا پھر کمرے میں آکر میز صاف کی اور دوسری جھاڑ پونچھ بھی خود ہی کی۔

آپ ہمیشہ کسی نہ کسی کام میں مصروف رہتی تھیں۔ کبھی سلائی کڑھائی کر رہی ہیں، کبھی Paintings بنا رہی ہیں۔ ایک بار پڑھائی میں جُت گئیں اور منشی فاضل کا امتحان اچھے نمبروں سے پاس کیا۔ لکھنے لکھانے کا شوق بھی تھا اور شعر و شاعری بھی کرتی تھیں۔ لیکن ان مشاغل کے باوجود کبھی گھر، شوہر اور بچوں کو نظر انداز نہیں کیا۔ مہمانوں کو بھی بھرپور توجہ دیتیں۔ خوش مزاجی سے آؤ بھگت کرتیں۔ بے حد مزیدار محفل جمتی اور کسی کو احساس تک نہ ہونے دیتیں کہ سارے دن کی کتنی تھکی ہوئی ہیں۔

خدا نے آپ کو خلیفۂ وقت کی بیوی بننے کا شرف عطا کیا تو اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھال لیا۔ بڑی بشاشت کے ساتھ ہزاروں عورتوں سے مصافحہ کرنا اور ان کو گلے لگانا۔ آنے والی خواتین سے شفقت سے ملتیں، ان کے دکھ سکھ سنتیں اور مشوروں سے نوازتیں اور حضورؒ کو بھی ان کے مسائل بتا کر دعا کے لیے کہا کرتیں۔ پوری توجہ ان کو دیتیں اور کبھی از خود اُٹھ کر نہیں جاتی تھیں حتّٰی کہ ملنے والے خود احساس کر کے اٹھ جاتے۔

حضرت سیّدہ نے بے شمار سفر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ساتھ کیے۔ جن میں کئی کئی گھنٹے کے طویل سفر بغیر آرام کے بھی شامل تھے۔ لیکن ہر دورے میں ہزارہا خواتین سے مصافحہ کیا، حالات پوچھے، مشورے دیے اور بے حد بشاشت کے ساتھ، بغیر پیشانی پر کوئی شکن لائے۔ احمدی خواتین کی نمائندہ کی حیثیت سے مسجد بشارت سپین کا حضورؒ کے ساتھ سنگ بنیاد بھی رکھا۔ پس احمدی خواتین کے لیے آپ مشعلِ راہ تھیں کہ عملی طور پر پردہ پوش خاتون خدمتِ دین کا درخشندہ نمونہ پیش کر سکتی ہے۔ آپ نے لجنہ اماء اللہ کی کئی حیثیتوں میں خدمت کی۔ 1945ء تا 1947ء مرکزی سیکرٹری تربیت و اصلاح، 1948ء میں جنرل سیکرٹری و سیکرٹری خدمت خلق اور 1952ء تا 1954ء صدر لجنہ لاہور رہیں۔

سامعین! اجتماعات میں حضرت سیدہ نے جو تقریریں فرمائیں ان میں دینی شعائر کی پابندی کرنے اور تربیت اولاد پر خصوصی زور دیا۔ آپ نے اپنے فرائض کو خوب سمجھا اور نبھایا۔ ایک مثالی زندگی پیش کی۔ حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی وفات 3، 4 دسمبر 1981ء کی درمیانی شب ہوئی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین عمل میں آئی۔

حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہؒ کی وفات پر اُن کا ذکر خیر کرتے ہوئے حضورؒ نے فرمایا:

”ساری ذمہ داریاں جو میرے نفس کی تھیں وہ آپ نے سنبھال لیں... مجھے ہر قسم کے ذاتی فکروں سے آزاد کر کے، سارے اوقات کو احباب کی فکروں میں لگانے کے لیے موقع میسر کر دیا۔“

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے۔ آمین

بچھڑے ہوؤں کو جنتِ فردوس میں ملا
جسرِ صراط سے بہ سہولت گذار دے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

✡✡✡✡